❀❀❀ تقریر ❀❀❀

تقریر بابت رمضان المبارک
وقت 5-7منٹ

ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ (البقرہ:186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے۔

چل رہی ہے نسیم رحمت کی
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے 19/اکتوبر 1906ء کو مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل رمضان کی اہمیت، فضیلت، برکات اور افادیت پر ایک جامع خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں رمضان اور روزوں میں اسلامی فلسفہ اور اِن کے فوائد و برکات کے علاوہ اس کے مسائل پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ آج 2026ء کے رمضان میں خاکسار اِس خطبہ کو اپنی تقریر کا حصّہ افادہ عام کے لیے بنانے جا رہا ہے۔ جس میں رمضان اور روزے کے متعلق متعدّد مسائل ملیں گے۔

سامعین! آپؓ نے تشہد، تعوّذ کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت 186 کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

”ماہِ رمضان ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ درانحالیکہ تمام لوگوں کے لئے وہ بڑا ہدایت نامہ ہے اور روشن حجتیں ہیں۔ ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والے دلائل ہیں۔ پس جو تم میں سے پاوے اِس مہینہ کو تو اُس کو چاہئے کہ اِس میں روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو تو اور دنوں میں گن کر روزے رکھ لے۔ خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور دشواری کو نہیں چاہتا اور تاکہ تم پوری کر لو گنتی قضا شدہ روزوں کی اور تاکہ بڑائی بیان کرو اللہ کی اِس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

واضح ہو کہ یہ آیت دوسرے پارہ کے رکوع میں واقع ہے اور تتمّہ ہے اُن آیات کا جو اس سے پہلے فضیلتِ صیام میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (البقرہ:184-185) احادیث میں فضائل روزہ رکھنے کے بہت کثرت سے مکتوب ہیں جن کو محبِّ صادق کسی قدر بدر میں شائع فرما رہے ہیں۔ لہٰذا میں اِس وقت بحولہٖ وقوّتہٖ تعالیٰ صرف قرآن مجید ہی سے کچھ فضائل صیام وماہ رمضان کے بیان کروں گا۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن واسطے تفقّہ ان آیات کے اوّلاً چند امور کا بیان کر دینا ضروری ہے امید کہ اِن کو بتوجہ سنا جاوے گا۔

(1)۔ اِس آیت سے پہلی آیات میں اگر صیام سے مراد الٰہی رمضان شریف ہی کے روزے لئے جاویں تو تشبیہ بلفظ کما بخوبی چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ اُمم سابقہ پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے بلکہ مختلف ایام کے روزوں کا رکھنا بغیر کسی خاص تعیّن کے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ بھی اِس کی طرف ناظر ہیں۔ دیکھو! کتاب خروج کا باب 34 اور کتاب دانیال کا باب دہم جس میں تین ہفتہ کے روزوں کا رکھنا حضرت دانیال کا ثابت ہوتا ہے اور کتاب سلاطین

8:19 چالیس دن کا روزہ رکھنا معلوم ہوتا ہے اور اعمال کے 9:2 سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزے أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ رکھا کرتے تھے۔ غرض کہ تعیّن ایک ماہ رمضان کا کتب بائبل سے روزوں کے لئے نہیں پائی جاتی۔ ہاں صرف أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ کے روزے بغیر تعیّن شہر رمضان کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر یہاں پر صرف ایک ادنیٰ امر میں ایجاب میں ہی حرف كَمَا تشبیہ کے لئے تسلیم کر لیا جاوے تو دوسرا امر یہ ہے کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ سے رمضان کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے میں اختیار ثابت ہو گا۔ ہاں البتہ صرف ایک فضیلت ہی روزہ رکھنے کی ثابت ہو سکتی ہے۔ کما قال تعالیٰ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ لیکن درصورتیکہ مراد كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے رمضان کے ہی روزے ہو ویں تو یہ مخالف ہے آگے کی آیت کے جو بصیغہ امر فَلْيَصُمْهُ وارد ہے اور نیز مخالف ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم عدّت صیامِ شہرِ رمضان کا اکمال کر لو، نہ یہ کہ صیام اور فدیہ کے درمیان تم کو اختیار ہو اور اگر يُطِيقُونَهُ کے پہلے لَا مقدر مانا جاوے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے تو اِس طرح سے محذوفات کے ماننے میں مخالف کو بڑی گنجائش مل جاوے گی کہ جس آیت کو اپنے خیال کے مطابق نہ پایا اُس کو اپنے خیال کے مطابق کوئی کلمہ محذوفات کا مان کر بنا لیا۔ ہاں البتہ اِس امر کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرائن سے جملہ کلاموں میں اور نیز قرآن مجید میں اکثر محذوفات مان لئے جاتے ہیں اور اگر ہمزہ باب افعال کا سلب کے لئے کہا جاوے تو أَطَاقَ يُطِيقُ کا محاورہ بمعنی عدم طاقت کے عرب عرباء سے ثابت کرنا ضروری ہو گا۔ مختار الصحاح میں تو لکھا ہے۔ وَالطَّوْقُ أَيْضًا الطَّاقَةُ وَأَطَاقَ الشَّيْءَ أَطَاقَةً وَهُوَ فِي طَوْقِهِ أَيْ فِي وُسْعِهِ اور یہی محاورہ مشہورہ ہے۔ پس ہمزہ سلب کے لئے اس میں ماننا غیر مشہور ہے اور الفاظ قرآنِ مجید کے معانی حتّی الوسع مشہور ہیں یعنی مناسب ہیں نہ غیر مشہور اور اگر یہ سب کچھ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اس کے منافی ہے کیونکہ اِس کا مفہوم صرف روزے رکھنے کی فضیلت ہے نہ لزوم روزوں کا۔ حالانکہ رمضان کے روزے فرض و لازم ہیں نہ غیر لازم یا اختیاری۔ جیسا کہ فَلْيَصُمْهُ اور وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر يُطِيقُونَهُ کی ضمیر فدیہ کی طرف راجع کی جاوے تو بلاوجہ توجیہ کے اضمار قبل الذکر لازم آوے گا اور اگر پھر اضمار قبل الذکر بھی تسلیم کر لیا جاوے تو ضمیر مذکر کی لفظ فدیہ کی طرف جو مونث ہے راجع ہو گی پھر اس میں تاویل در تاویل یہ کرنی پڑے گی کہ مراد فدیہ سے چونکہ طعام ہے اِس لئے ضمیر مذکر لائی گئی اور یہ سب امور تکلفات سے خالی نہیں ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مریض اور مسافر کا حکم پہلے ایک مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے آگے اُس کا مکرّر لانا کسی فائدہ کے لئے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ واسطے تاکید کے تو اِس پر کہا جاوے گا کہ یہاں پر مقصود تاکید کب ہے۔ کیونکہ اول تو "بین الفدیہ والصیام" اجازت دی گئی ہے اور ثانیاً وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ فرما کر صرف روزے کی فضیلت بیان فرمائی ہے نہ لزوم جس کی تاکید کے لئے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ دوبارہ فرمایا جاتا۔ اندریں صورت تکرار بے سود لازم آتا ہے اور اگر مکرّر ہی فرمانا تھا تو وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ کو بھی مکرّر لایا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک جگہ تو فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کے آگے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ بھی فرمایا گیا اور أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ بھی ارشاد ہوا اور دوسری جگہ پر فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کے آگے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ارشاد ہوا۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِن آیات میں دو قسم کے روزے ہیں جن کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ یہ بیان تو اس صورت میں تھا کہ مراد الصیام سے صیام رمضان ہی ہووے۔

شق دوم۔ اور اگر پہلی آیت سے علاوہ رمضان کے دوسرے روزے مراد لئے جاویں مثلاً ایامِ بیض کے روزے یا سِتّہ شوال وغیرہ جن کی فضیلت بھی کتب معتبرہ احادیث میں لکھی ہوئی ہے اور علماء وفقہاء نے اُن روزوں کی فضیلت میں یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے رمضان اور سِتّہ شوال کے روزے رکھے اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لئے اور اُس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک نیکی کا ثواب وہ اللہ، رحمن ورحیم دس گنا عطا فرماتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام:19) یعنی جو شخص ایک نیکی بجالاوے گا تو اُس کو اُس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔ تو تمہیں روزوں کا ثواب تین سو روزوں کا ثواب ہوا اور چھ روزوں کا ثواب ساٹھ روزوں کا ثواب ہوا اور سال تمام کے قمری دن بھی تین سو ساٹھ (360) ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ایامِ بیض کے تین روزے دس ماہ کے لئے جاویں تو بھی تیں روزے ہوتے ہیں جس کے تین سو ہوئے اور پھر سِتّہ شوال بھی لیا جاوے جس کے ساٹھ ہوئے تو بھی تین سو ساٹھ روزوں کا ثواب حاصل ہو گیا اور صیام فرض رمضان کے اِس پر علاوہ رہتے ہیں اور صرف دس ماہ ہی کے ایامِ بیض اِس واسطے لئے گئے کہ ایک ماہ رمضان کا علیحدہ رہا اور چونکہ سِتّہ شوال کا بھی لے لیا گیا ہے لہٰذا اِس حساب میں شوال کے ایامِ بیض بھی نہیں لئے گئے بلکہ صرف دس ماہ کے ایامِ بیض لے لئے گئے ہیں۔ الحاصل اندریں صورت چونکہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ:184) سے اُن کی فرضیت مفہوم ہوتی ہے حالانکہ یہ روزے ایامِ بیض وغیرہ کے لازم نہیں ہیں۔ اِس لئے اِس شق کی صورت میں مفسرین اِس آیت کو دوسری آیت فَلْيَصُمْهُ اور یا

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ مگر ایک کلام کے سلسلہ میں ایسا ناسخ و منسوخ ماننا عظمت شان کلام الٰہی کے بالکل منافی ہے۔ چہ جائیکہ بموجب مسلک اُن مفسرین کے جو کسی آیت قرآنی کو منسوخ مانتے ہی نہیں۔ پھر ایک ایسے کلام کے سلسلہ میں جو مُتَّصِل ہے ناسخ منسوخ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کوئی ایسی توجیہ صرف نظم قرآن مجید سے ہی پیدا کرنی چاہئے جس سے نہ تو کوئی محذوف ماننا پڑے نہ اضمار قبل الذکر لازم آوے نہ ضمیر مذکر کی مونث کی طرف راجع ہو نہ تاریخ منسوخ کا ماننا پڑے نہ کسی قسم کا تخالف آیات مذکورہ کے مفہومات میں لازم آوے اور نہ عدم فرضیت روزوں رمضان کے مفہوم ہووے کیونکہ عدم فرضیت صیام رمضان کی ادِلّہ شرعیہ کے محض خلاف ہے۔ اگر کسی توجیہ سے یہ تکلفات رفع ہو جاویں تو البتہ ثلج صدر اِن آیات کے تفقہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اب اِس جلسہ خطبہ میں صرف ایک توجیہ بیان کی جاتی ہے۔ اگر اہل علم حاضرین جلسہ کے نزدیک یہ پسند آجاوے تو زہے عزو شرف ورنہ وہ خود بعد خطبہ کے بیان فرمادیں اور اگر بعد خطبہ کے کسی صاحب نے اہل علم میں سے کوئی تطبیق اور توجیہ دیگر بیان نہ فرمائی تو یہی ثابت ہو گا کہ یہی تطبیق اُن کو پسند ہے اور وہ تطبیق یہ ہے کہ اسلام میں دو قسم کے روزے ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ایک لازم اور دوسرے غیر لازم۔ چونکہ روزہ جو بہ نسبت دیگر عبادات کے ایک عمدہ عبادت ہے جس سے مومن متّبع انوار الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے اور مکالماتِ الٰہی کا تجلّی گاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ کلام نبوت میں وارد ہوا ہے کہ اَلصَّوْمُ لِي وَأَنَا أُجْزِي بِهٖ (بخاری کتاب الصوم) یعنی بصیغہ مجہول ترجمہ روزہ مومن کا خاص میرے ہی لئے ہوتا ہے جس میں ریا وغیرہ کو کچھ دخل نہیں اور اُس کی جزا مَیں خود ہو جاتا ہوں۔ یا آنا اَجْزِیْ بِہٖ بصیغہ معروف کہ مَیں بلا وساطت غیرے خود اُس کی جزا دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ من الاحادیث الصحیحہ۔ یہ احادیث اِس امر پر صریح دال ہیں اور سِرّ اس میں یہی ہے کہ انسان روزے میں فجر سے لے کر شام تک تینوں خواہشوں، کھانے پینے، جماع سے رکا رہتا ہے اور پھر اُس کے ساتھ اپنے آپ کو ذکر الٰہی، تلاوت، نماز، درود شریف کے پڑھنے میں مشغول رکھتا ہے تو پھر اُس کی روح پر عالَمِ غیب کے انوار کی تجلّی اور مَلاءِ اعلیٰ تک اُس کی رسائی کیونکر نہ ہو گی۔ اور یہ جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رمضان شریف میں شیطان زنجیروں میں بند کئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور علم غیبی آواز دیتا ہے کہ اے طالب نیکی کے! اِس طرف کو آ اور اے برائی کے کرنے والے! کوتاہی کر۔ یہ سب ایسی احادیث اسی امر لطیف کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ ظلماتِ جسمانیہ کے دُور کرنے کے لئے روزہ سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں اور انوار و مکالماتِ الٰہیہ کی تحصیل کے لئے روزہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں اور حضرت موسیٰؑ نے جب کوہِ طور پر تیس بلکہ چالیس روزے رکھے تب ہی اُن کو تورات ملی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غارِ حرا کے اعتکاف میں روزوں کا رکھنا ثابت ہے جس کے برکات سے نزولِ قرآن کا شروع ہوا اور خود قرآن مجید بھی اس طرف ناظر ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور مسیح موعود نے بھی چھ ماہ یا زیادہ مدت تک روزے رکھے ہیں جن کی برکات سے ہزاروں الہامات کے وہ مَورد ہو رہے ہیں۔ بدیں وجوہ موجّہ قرآن اور اسلام نے جو جامع تمام صداقتوں اور معارف کا ہے دونوں قسم کے روزوں کو واسطے حاصل ہونے مزید تصفیۂ قلب کے ثابت و برقرار رکھا۔ ہاں دونوں قسموں کے حکم جداگانہ فرما دیئے گئے۔ صیام غیر لازم کا حکم تو یوں فرمایا کہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ اور صیام لازم کا حکم یوں ارشاد ہوا کہ فَلْيَصُمْهُ اور وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ آگے رہا لفظ كُتِبَ، جس کے معنے مفسرین فرض لکھتے ہیں۔ اس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ کچھ ضروری نہیں کہ اِس کے معنی فرضیت ہی کے لئے جاویں بلکہ جو حکم شرعی لازم یا غیر لازم ہو اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ شرع اسلام میں مکتوب یا لکھا ہوا ہے خواہ وہ حکم لازم ہو یا غیر لازم۔ یہ اصطلاح علماء ہی کی ہے نہ قرآن مجید کی اصطلاح کیونکہ لفظ کتاب یا اس کی مشتقات قرآن مجید میں صدہا جگہ آئے ہیں، تاہم وہاں پر مراد الٰہی فرضیت نہیں ہے۔ کما قال تعالی وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرہ:283) أَيْضًا۔ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ (البقرہ:81) وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ الْكَثِيْرَةِ آگے رہا حکم شیخ فانی، مُرضِعہ، پیر ضعیف یا جوان نہایت لاغر و نحیف وغیر ہم کا جن پر روزہ رکھنا نہایت درجہ پر شاق معلوم ہوتا ہے۔ سو یہ سب لوگ بایں شرط مشقّت حکم مریض میں داخل ہیں کیونکہ تعریف مریض کی اُن پر صادق آتی ہے کہ اُن کے جملہ قویٰ کے افعال اپنی حالت اصلی پر باقی نہیں رہے۔ اگر یہ لوگ فدیہ بھی دیویں تو مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پر قیاس کئے جاسکتے ہیں مگر فدیہ بھی اُس شخص پر ہے جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتا ہو۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ افطار کرنے والے نے خود الٹا ساٹھ مسکینوں کا طعام فدیتاً لے لیا ہے کما فی المشکوٰۃ اور خود قرآن مجید ہی فرماتا ہے کہ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ 8) اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:387) وغیرہ وغیرہ من الآیات۔

اِس توجیہ سے وہ تکلفات جو مذکور ہوئے نہیں لازم آتے وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اب واضح ہو کہ جس قدر احکام شرع اسلام میں مقرر ہیں ان میں اسرار عجیبہ اور لطائف غریبہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہاں پر جو شَھْرُ رَمَضَانَ واسطے صیام کے اللہ تعالیٰ کے کلام میں مخصوص فرمایا گیا اُس میں ایک عجیب سِرّ یہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سنہ ہجری سے نواں (9) مہینہ ہے۔ یعنی 1۔ محرم 2۔ صفر 3۔ ربیع الاول 4۔ ربیع الثانی 5۔ جمادی الاوّل 6۔ جمادی الثانی 7۔ رجب 8۔ شعبان 9۔ رمضان اور ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی شِکمِ مادر میں نو ماہ میں ہی ہوتی ہے اور عدد نو کافی نفسہ بھی ایک ایسا کامل عدد ہے کہ باقی اعداد اسی کے احاد سے مرکّب ہوتے چلے جاتے ہیں، لاغیر۔ پس اِس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اِس نویں مہینے رمضان ہی میں ہونی چاہیئے اور وہ بھی اِس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہور ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایامِ بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتا رہا۔ جیسا کہ شیخ نے کہا ہے کہ

صفائی بتدریج حاصل کنی

تامل در آئینہ دل کنی

حتّٰی کہ نواں مہینہ رمضان شریف کا آ گیا تو اس کے لئے یہ حکم ہوا کہ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ (البقر:184) یہاں تک کہ مومن متبع کو روزے رکھتے رکھتے آخر عشرہ رمضان شریف کا بھی آ گیا۔ پس اب تو ظلماتِ جسمانیہ اور تکدُّراتِ ہیولانیہ سے پاک وصاف ہو گیا تو عالم ملکوت کی تجلیات بھی اُس کو ہونے لگیں اور طاق تاریخوں میں مکالماتِ الٰہیہ کا مورد ہو گیا اور یہی حقیقت ہے لیلۃ القدر کی جو آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اس لئے شارع اسلام نے تعیین لیلۃُ القدر کی 27 شب مقرر فرمادی کیونکہ درصورت 29 دن ہونے شہر رمضان کے وہی 27 شب آخری طاق شب ہو جاتی ہے، جس میں تکمیل روحانی انسان متبّع کے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ شب 27 کی ایک عجیب مبارک شب ہے جس میں قرآن مجید بھی نازل ہوا۔ کما قال اللہ تعالی اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَ مَا أَدْرٰیکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَھْرٍ (القدر:3-13) - اَیضاً قال تعالیٰ - إِنَّآ أَنْزَلْنَاہُ فِی لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ (الدخان:3) اور چونکہ یہ شب مبارک اور لیلۃ القدر دونوں رمضان شریف ہی میں ہوتی ہیں لہٰذا ان تینوں آیتوں میں کوئی اختلاف بھی باقی نہیں رہا۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ میں ضمیر مذکر غائب کا مرجع اِس لئے مذکور نہیں ہوا ہے کہ جملہ اہل کتاب یہود و نصارٰی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد درجہ منتظر تھے کیونکہ تمام کتب میں آپؐ کی بشارات اور صفاتِ حمیدہ موجود تھیں اور اب تک موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام آپ کے منہ میں ڈالا جانا بھی بائیبل میں اب تک پایا جاتا ہے۔ اِس لئے اس کلامِ الٰہی کے نزول کا بھی ان کو سخت انتظار تھا اور نیز مشرکینِ عرب اپنے باپ دادوں سے سنتے چلے آتے تھے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے بنی اسمٰعیل میں ایک نبی عظیم الشان مبعوث ہونے والا ہے۔ لہٰذا جملہ اہل مذاہب اور اہل کتاب کو اس نبی آخر الزمان اور نزولِ کلام الٰہی کا انتظار تھا اور اُن میں آپ کی بعثت کا ذکرِ خیر رہتا تھا جیسا کہ سورہ بینہ کی ہماری تفسیر سے واضح ہے۔ اس لئے اَنْزَلْنَاہُ کے مرجع کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ مرجع کے ذکر کرنے میں وہ نکتہ حاصل نہ ہوتا تھا جو اس کے عدم ذکر کرنے میں ایک لطیفہ حاصل ہوا۔ اس لئے مرجع ضمیر "اَنْزَلْنَاہُ" کا ذکر سابق میں نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس کا ذکر تو کُل اہل کتاب اور مشرکین عرب میں موجود ہے... پھر دیکھو! رمضان شریف اور موسم حج کو اور لیلۃ القدر وغیرہ کو کہ ہر سال ایک مرتبہ ان کا دورہ ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اسی لئے کہ مومنین کا ایمان اُن کی برکات سے تازہ ہوتا رہے اور تجلیات الٰہیہ کا ورود جن میں مکالماتِ الٰہیہ ہیں، مومن متبع پر ہوتا رہے۔ اسی طرح پر ہر ایک صدی پر واسطے تجدیدِ دین اسلام کے مجددین کا دورہ ہوتا رہتا ہے کَمَا فِی الْحَدِیْثِ الصحیح - چنانچہ اس چودھویں صدی میں دورہ مسیح موعود کا ہو رہا ہے۔ یہ مسیح موعود عند اللہ قمر بھی ہے اور ایک لحاظ سے شمس بھی ہے۔ کَمَا ثَبَتَ فِی مَحَلِہٖ۔ یہ شمس و قمر کا دورہ رمضان شریف کے ساتھ بڑی مناسبتیں رکھتا ہے۔ یعنی جس طرح پر رمضان شریف میں ایک قسم کی نفس کُشی بسبب امساک کے اکل و شرب سے اور جماع سے کی جاتی ہے اسی طرح پر اس دور قمر میں مومنین متبعین کو کسی قدر صعوبتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ بلکہ بعض متبعین کو ترک اکل و شرب و جماع کا بھی تائید اسلام اور تبلیغ دین حق کے لئے کرنا پڑا ہے کہ اکثر جگہ پر ازواج میں باہم تفریق واقع ہو گئی اور مخالفین اکثر مخلصین کے اکل و شرب میں بھی خارج ہوئی۔ دوسری مناسبت رمضان کو اِس قمر کے ساتھ یہ ہے کہ جو معارف قرآنی بذریعہ اس شمس و قمر کے دنیا پر منکشف ہوئے وہ پچھلی صدیوں میں نازل نہیں ہوئے تھے اور رمضان کی خصوصیات سے ضروری ہے کہ ھُدًی لِلنَّاسِ وَ بَیِّنَاتٍ مِنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:186) کا نزول ضرور ہو۔ یہ تینوں امور نزولِ قرآن مجید کے لئے اِس لئے ضروری ہیں کہ ایک تو ہدایت عام ہوتی ہے تمام آدمیوں کے لئے۔ دوسرے اِس ہدایت کے دلائل قطعیہ اور شواہد یقینیہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا مصدق کسوف و خسوف ماہ رمضان 1311ھ اور دیگر بینات واقع ہوئے۔

تیسرے اِس ہدایت عامہ کے لئے الفرقان ہونا چاہئے جیسا کہ واقعہ لیکھرام اور چراغ دین کے اس کے شواہد ہیں وغیرہ وغیرہ جو اس خطبہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے۔ پس جب ان ہر سہ امور کا نزول اِس دور شمس و قمر میں ہم کو مشاہد ہو رہا ہے تو پھر ہم کیونکر تسلیم نہ کریں کہ زمانہ بعثت اس مسیح موعود کو ساتھ شہر رمضان کے بالضرور ایک مناسبت قوی ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ۔ پس اگر یہ زمانہ مسیح موعود کا شہر رمضان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا تو پھر یہ نزول قرآن یعنی ردّ شبہات تمام فرقِ باطلہ کا قرآن مجید سے کیوں ہو رہا ہے؟ ہر ایک اہل بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ علّت کے وجود سے معلول کا وجود سمجھا جاتا ہے اور معلول کے وجود سے علّت کا وجود سمجھ میں آ جاتا ہے اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بہشت کا ایک عظیم الشان لیلۃ القدر تھا کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (القدر: 13) اسی طرح پر یہ آخری زمانہ یعنی دور شمس و قمر کا زمانہ ایک قسم کی لیلۃ القدر ہے کہ اِس میں بھی اس مسیح موعود علیہ السلام پر نزول ملائکہ اور روح یعنی جبرائیل کا ہو رہا ہے جس کو کوئی مخالف نہیں ٹال سکتا کیونکہ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ (القدر: 16) ہے اور اسی لئے یہ مسیح موعود سلامتی کا شہزادہ ہے کَمَا فِي الْإِلْهَامِ وَكَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر) چونکہ معارف الہامات مسیح موعود کے بے نہایت ہیں، اس لئے مَیں اب اِس خطبہ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَنَفَعْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ إِنَّهُ تَعَالَى جَوَّادٌ قَدِيمٌ كَرِيمٌ مَلِكٌ رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔"

(خطباتِ نور صفحہ 226-235)

(کمپوزڈ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)